اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۲ | جمادی الثانیة ۱۴۴۲ھ | فروری ۲۰۲۱ء | شمارہ ۲

الاتمام لنعمة الاسلام

خصوصیات اسلام۔ حصہ سوم (قسط دوم)

از افادات

حکیم الامة مجدد الملة حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۴۰ روپے | زر سالانہ =/۴۰۰ روپے

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213
35433049

پتہ دفتر جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ اریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور
مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

وعظ

الاتمام لنعمۃ الاسلام

(خصوصیات اسلام) حصہ سوم (قسط دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اس وعظ میں مذکور آیت پر اس سے قبل دو وعظ ارشاد فرمائے تھے یہ تیسرا وعظ ہے ان مواعظ میں اسلام کی خوبیوں اور خصوصیات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ اسلام ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کے حاصل ہونے کا ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا چاہئے، حکیم الامت نے یہ وعظ لوگوں کی درخواست پر پانی پت درگاہ حضرت شاہ جلال الدین کبیر الاولیا مخدوم صاحبؒ میں ۲۸ / شوال ۱۳۴۱ھ بروز جمعرات پونے چار گھنٹے بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ سامعین کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ مولوی اطہر علیؒ نے ضبط اور ان کے مبیضہ سے مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ نے صاف کیا۔ اختتام وعظ پر حضرت نے فرمایا مسلمانوں کی یہ حالت ہونی چاہیے۔

ترکت اللات والعزی جمیعا　　　كذلك يفعل الرجل البصير

خدا تعالیٰ کے احکام مضبوط پکڑو۔ اس میں دین کا بھی بھلا ہے۔ اور دنیا کا بھی نفع ہے۔ اس وعظ کی قسط اوّل گزشتہ شمارے میں طبع ہوئی تھی یہ آخری قسط ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو وعظ میں مذکور مضامین کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۳ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

الاتمام لنعمۃ الاسلام

(خصوصیات اسلام) حصہ سوم (قسط دوم)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱..........	حقیقت ایمان..........	۷
۲..........	حیات عشاق..........	۸
۳..........	فلسفی اور سالک کی غلطی..........	۱۰
۴..........	ایک تفسیر محرف..........	۱۰
۵..........	حکایت دوشالہ..........	۱۱
۶..........	حکایت..........	۱۲
۷..........	حقیقت بلاء ونعمت..........	۱۳
۸..........	حاجی صاحب کا انداز دعاء..........	۱۳
۹..........	لطف بشکل قہر..........	۱۴
۱۰..........	اہل طریق کی غلطی کی تفصیل..........	۱۵
۱۱..........	مطلوب رضا ہے شوق نہیں..........	۱۷
۱۲..........	حکایت درویش..........	۱۸
۱۳..........	ذکر کی توفیق بڑی نعمت ہے..........	۱۹
۱۴..........	مقصود طلب ہے..........	۱۹
۱۵..........	طالب پر عنایت کی مثال..........	۲۱
۱۶..........	وصول کی مثال..........	۲۱
۱۷..........	خلاصہ کلام..........	۲۲
۱۸..........	تہذیب اخلاق..........	۲۳

۱۹..........	دقائق شریعت..............................	۲۴
۲۰..........	محاسن معاملہ ومعاشرت..............................	۲۶
۲۱..........	خدا کی شفقت..............................	۲۸
۲۲..........	باپ کی شفقت..............................	۲۹
۲۳..........	بے فکری کا انجام..............................	۲۹
۲۴..........	جائیداد کے بدلے جائیداد خریدو..............................	۳۰
۲۵..........	آداب معاشرت..............................	۳۱
۲۶..........	شریعت وغیر شریعت میں فرق..............................	۳۲
۲۷..........	محاسن نکاح..............................	۳۳
۲۸..........	رسوم تفاخر..............................	۳۴
۲۹..........	شادی وغمی میں اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم..............................	۳۶
۳۰..........	حضرت تھانویؒ کا رسوم سے احتراز..............................	۳۷
۳۱..........	حضرت فاطمہؓ کا نکاح..............................	۳۸
۳۲..........	دلہن پر زیادتی..............................	۳۹
۳۳..........	اخبار الجامعۃ..............................	۴۲

گزشتہ وعظ کا آخری عنوان (جاہل صوفیوں کے نکات) تھا

حقیقت ایمان

مگر قرآن میں تو پھر بھی نہیں البتہ معنی موجود ہیں کہیں اس کو امانت کہا گیا کہیں حب سے تعبیر کیا گیا کہیں اطاعت کے عنوان سے بیان کیا گیا یہ اطاعت طلوع سے ماخوذ ہے یعنی خوشی سے کام کرنا اور یہ شان عاشق ہی کی ہے کہ وہ ہر کام خوشی سے کرتا ہے گو کیسا ہی دشوار ہو کبھی طبعی ناگواری بھی ہوتی ہے مگر پھر عقلی خوشی سے کرتا ہے اور طبعی ناگواری منافی نہیں محبت کے، ورنہ اسباغ الوضو علی المکارہ کیوں فرماتے معلوم ہوا کہ گرانی اور ناگواری طبعی خلاف عشق نہیں جیسا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سردی وغیرہ میں اسباغ الوضو ہے تو مکروہ یعنی طبعاً مگر عاشق بوجہ عشق کے محبت سے کرتا ہے۔ غرض قرآن میں معنی عشق تو ہیں گو لفظ دوسرا ہے مگر مقصود ایک ہے۔

عبار أتنا شتى وحسنك واحد　　　وكل الى ذالك الجمال يشير(۱)

الغرض آپ حامل عشق ہو چکے ہیں جو چیز آسمان زمین نہ اٹھا سکے آپ نے اس کو اٹھایا اب اگر اس سے بھاگو گے تو تم سے خطاب کیا جاوے گا۔

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق(۲)

عارف شیرازیؒ اسی کو فرماتے ہیں:

آسماں بار امانت نتوانست کشید　　　قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند(۳)

دیوانہ کے لفظ میں اشارہ ہے کہ منشاء حمل امانت کا عشق تھا کیونکہ عشق سے آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے پس جب امانت اٹھا چکے تو اب اس کے لوازم بھی ماننا پڑیں گے الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ (۴) بقول عارف شیرازیؒ۔

---

(۱) ''ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور آپ کا حسن ایک ہے اور وہ سب آپ کے حسن و جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں'' (۲) ''تو ایک زخم سے عشق سے بھاگتا ہے تو سوائے عشق کے نام کے اور کچھ نہیں جانتا'' (۳) ''جس امانت کا بار آسمان نہ اٹھا سکا اس کا قرعہ فال مجھ دیوانہ کے نام نکلا'' (۴) ''چیز جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے''۔

یا مکن باپیل باناں دوستی یا بناکن خانہ برانداز پیل
یا مکش برچہرہ نیل عاشقی یا فرد شو جامہ تقویٰ بہ نیل(۱)

صاحبو! یا تو عشق یعنی ایمان کا نام نہ لو اور اگر لیا ہے تو اس کے لوازم کو بھی اختیار کرو لوازم یہ ہیں۔

حیات عشاق

اگر مرد عشقی گم خویش گیر وگرنہ رہ عافیت پیش گیر(۲)

یہ تعلق بالشرط ہے تخییر نہیں ہے یعنی یہ شق اختیار کرو گے تو گم ہونا پڑے گا آگے خود رائے دیتے ہیں۔

مترس از محبت کہ خاکت کند کہ باقی شوی چوں ہلاکت کند(۳)

اس لیے کہ عاشق ہلاک نہیں ہوتا ابدالآباد کی زندگی اس کو عطا ہوتی ہے یہ وہ چیز ہے جس کے متعلق ارشاد ہے مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً (۴) اس کے سامنے امراء بادشاہوں کی حیات کوئی چیز نہیں سب کا نام مٹ جاتا ہے مگر اہل اللہ کا ذکر زندہ رہتا ہے کیونکہ وہ حی وقیوم میں اپنے کو فنا کر چکے ہیں تو ان کو بھی حیات وقیام سے ایک حصہ مل گیا اسی کو عارف شیرازی فرماتے ہیں:

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است برجریدہ عالم دوام ما(۵)

(۱) ''یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ کرو یا پھر اپنا گھر ہاتھی کے اندازے کے مطابق بنالو۔ یا تو چہرہ پر عاشقی کا نیل نہ لگا یا پھر اپنا لباس تقویٰ دریائے نیل میں دھودے'' (۲) ''اگر آدمی عشق میں خود کو گم کرے ورنہ راہ عافیت یہی ہے کہ اس کا نام نہ لے'' (۳) ''محبت سے نہ ڈرو کہ یہ تمہیں ہلاک کردے گی بلکہ جب ہلاک ہوگے تو ابدالآباد کی زندگی مل جائے گی'' (۴) ''جو شخص کوئی نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے'' سورۃ النحل: ۹۸ (۵) ''جس کو عشق حقیقی سے روحانی زندگی حاصل ہوگی تو اس کو مرجانے کے بعد بھی زندہ سمجھنا چاہیے''۔

یعنی عشق سے زندہ ہو جاؤ پھر تو ابدالآباد کی حیات حاصل ہو جائے گی۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ عشق کی کیا تخصیص ہے دوزخی کو بھی تو حیات ابدی نصیب ہوگی کیونکہ کوئی دوزخی بھی تو نہیں مرے گا قرآن میں ہے خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗا (۱) اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زندگی نہیں ہے وہ تو موت سے بدتر ہوگی کہ نہ موت ہی ہے نہ حیات ہی ہے چنانچہ ارشاد ہے لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحۡيَىٰ (۲) ایسی زندگی سے تو اگر ان کو موت ہی آجاتی تو جان بچ جاتی چنانچہ کفار اس زندگی سے موت کی تمنا کریں گے وَيَقُولُ ٱلۡكَافِرُ يَٰلَيۡتَنِي كُنتُ تُرَٰبَۢا (۳) اور يَوۡمَئِذٖ يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَعَصَوُاْ ٱلرَّسُولَ لَوۡ تُسَوَّىٰ بِهِمُ ٱلۡأَرۡضُ وَلَا يَكۡتُمُونَ ٱللَّهَ حَدِيثٗا (۴) اگر یہ حیات حیات مطلوبہ ہوتی تو وہ موت کی تمنا کیوں کرتے؟ معلوم ہوا کہ یہ حیات حیات نہیں ہے حیات وہ ہے جس سے شیفتگی ہو محبت ہو جس سے قرب محبوب حاصل ہو تو یہ حیات خاص عشاق ہی کو حاصل ہوگی عشق کی برکت سے۔ سو اگر عاشق ہو تو بس یہ مذہب رکھو زندگی کا مدار منافع دنیوی پر مت رکھا کرو۔ غرض مصالح کی تعین سے یہ مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کو میں نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے اتنے بسط (۵) کا ارادہ نہ تھا مگر بلا ارادہ بڑھ گیا کیا کیا جاوے۔

رشتہ درگردنم افگندہ دوست　　میبرد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست (۶)

وَٱللَّهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ (۷) وہ بے حد رزق کا بسط فرماتے ہیں کلام کا بھی فرما دیتے ہیں ہم تو مشین کی طرح ہیں۔

(۱) "اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے" سورۃ النساء: ۱۲۲ (۲) "نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا" سورۃ الاعلیٰ: ۱۳ (۳) "اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہو جاتا" سورۃ النباء: ۴۰ (۴) "اس روز جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس روز اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش زمین کے پیوند ہو جائیں" سورۃ النساء: ۴۲ (۵) اتنی تفصیل کرنے کا (۶) "انہوں نے یہ حرکات پیدا کر رکھی ہیں جس طرف چاہتے ہیں متحرک کر دیتے ہیں" (۷) "اللہ ہی کم زیادہ کرتے ہیں" سورۃ البقرہ: ۲۴۵۔

دوسرے یہ حضرت مخدوم صاحب کی بھی برکت ہے جن کے مزار کے قریب بیان ہورہا ہے تفصیل کے ساتھ بیان ہوگیا۔

فلسفی اور سالک کی غلطی

میں یہ کہہ رہا تھا کہ احکام میں دنیوی منافع بھی ہوتے ہیں مگر مقصود نہیں ہوتے اس میں لوگوں کے عمل سے دو درجے ہیں ایک یہ کہ احکام کو مصالح پر مبنی (۱) کیا جاوے سو یہ تو مضر (۲) ہے کیونکہ جب وہ مصالح فوت ہوجائیں گے احکام کا بھی خاتمہ ہوجائیگا جیسا اوپر آچکا ہے اور ایک یہ کہ احکام تو مبنی ہوں خدا اور رسول کے ارشاد پر اور مصالح تبعاً اس پر خود مرتب ہوجاویں سو اس عنوان سے ان کا بیان کردینا جائز ہے۔ پس ہمیں ان فضول تدقیقات سے کچھ فائدہ نہیں کہ یہ واجب کیوں ہے؟ یہ فرض کیوں ہے؟ یہ مستحب کیوں ہے؟ اس میں فائدہ ہی کیا ہے؟ مقصود تو رضا حاصل کرنا ہے جس کا ظہور آخرت میں ہوگا۔ گو حصول یہاں بھی ہوجاتا ہے مگر یہاں ظہور نہیں ہوتا گو آثار و امارات سے یہاں بھی ہوجاتا ہے۔ پس فلسفی کی یہ غلطی ہے کہ احکام سے رضا کے سوا دوسری اشیاء کو مقصود سمجھتا ہے۔ اور اسی قبیل کی ایک غلطی سالک کو بھی ہوتی ہے جو ایک اعتبار سے فلسفی کی غلطی سے بھی اشد ہے کیونکہ فلسفی کا مقصود تو محض دنیا ہے وہ احکام شرعیہ کو بھی اسی نظر سے دیکھتا ہے مگر سالک تو احکام سے مقصود منافع دنیوی کو نہیں سمجھتا اس کی نظر میں دنیا مقصود نہیں ہوتی مگر پھر وہ ایسی غلطی کرتا ہے جس سے عاجل کی مقصودیت کا ایہام ہوتا ہے (۳)۔ وہ یہ کہ بعض لوگ ثمرات و کیفیات و انوار کو مقصود سمجھنے لگتے ہیں سو سمجھ لو کہ گو نیت ان کی دنیا کی نہیں مگر لازم تو یہی آگیا۔

ایک تفسیر محرف

باقی اہل تحریف کی تو نیت صاف دنیا ہی ہے چنانچہ ایک شخص نے ایک تفسیر

(۱) مصلحت کی وجہ سے حکم پر عمل کرے (۲) نقصان دہ (۳) دنیا مقصود ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

لکھی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ جتنے احکام شرعی ہیں سب سے مقصود سیاست ہے یہاں تک لکھا ہے کہ نماز باجماعت اس لیے مشروع ہوئی تاکہ میدان جنگ میں پریڈ کرنے کی عادت ہو اور اس میں اس بات کی عادت ڈالی گئی کہ افسر کی اطاعت کس طرح کرنی چاہیے وہ جو کرے اس کے ساتھ ساتھ تم بھی اسی کا اتباع کرو تو جماعت اس لیے ہے تاکہ تم لڑائی کرسکو۔

غرض ہر حکم کے ساتھ لڑائی ہے وہ تفسیر ایسی ہی ہے جیسے کپاس کہانی ہوتی ہے کہ ہر جگہ یہی ٹیپ کا بند ہوتا ہے کپاس کہانی بوجھوگے، اسی طرح یہاں تفسیر میں ہر جگہ جنگ ہی کا سبق ہے۔ نکاح وطلاق کے احکام میں بھی جنگ ہی کے احکام اس کو نظر آئے ہیں یہ فتنہ ایک مسلمانوں کے کالج سے اٹھا ہے نماز کے بعد روزہ کی باری آئی تو لکھا کہ روزہ کا حکم اس لیے ہے کہ ہم کو فاقہ کشی کی عادت ہو کیونکہ لڑائی میں فاقہ کشی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ حج اس لیے مشروع ہوا تاکہ سب کمیٹی ایک جگہ جمع ہوکر تبادلہ خیالات کرے تاکہ عالم میں نظام ہو۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوگا کہ اب تک تو حکام کی نظر میں یہ تھا کہ مسلمانوں کے بعض امور مذہبی تو سیاسی ہیں اور بعض غیر سیاسی خالص عبادات محضر ہیں اب جب ان کو معلوم ہوگا کہ یہ عبادات بھی سیاسی ہیں مذہبی نہیں ہیں تو اس سے بھی ان کو کھٹک پیدا ہوگی ان مصالح وحکم کے بدولت وہ مسلمانوں کی نماز روزہ کو بھی خطرہ کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ عدت طلاق کے بارے میں لکھا ہے کہ جیسے عدت کا زمانہ زوج سے خالی ہوتا ہے اسی طرح بعض وقت حاکم سر پر نہیں ہوتا ہے اس وقت دوسرا حاکم تلاش کرنا چاہیے گویا احکام عدت میں اس وقت کے مناسب احکام بتلائے گئے ہیں۔ غرض اِدھر اُدھر سے سب کو چپکا کے وہی لڑائی وہی لڑائی۔

حکایت دوشالہ

یہ تو وہی قصہ ہوا جیسے کسی اوچھے آدمی کے پاس ایک دوشالہ تھا اس کے کسی

دوست نے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر اس سے مانگ کر دولہا کو اڑھا دیا۔ بعضے تو لوگ پوچھنے لگے کہ دولہا کونسا ہے؟ تو آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے مگر دوشالہ میرا ہے دولہا کے باپ نے کہا یہ کیا لغو حرکت تھی دوشالہ جتلانے کی کیا ضرورت تھی کہا اچھا اب نہیں کہوں گا کوئی دوسرا پوچھتا ہوا آیا کہ دولہا کونسا ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے مگر دوشالہ میرا نہیں پھر شکایت کی گئی کہ یہ کیا واہیات ہے اس کے ذکر ہی کی کیا ضرورت ہے کہا اب نہیں کہوں گا پھر ایک شخص پوچھنے لگا کہ دولہا کونسا ہے؟ آپ نے کہا دولہا تو یہ ہے مگر دوشالہ کا کچھ ذکر ہی نہیں۔ دولہا کے باپ نے دوشالہ اتار کر اس کے منہ پر پھینک مارا کہ لے تجھے اسی کا سبق رہ گیا ہر وقت دوشالہ ہر وقت دوشالہ۔

حکایت

اسی طرح کی ایک اور حکایت یاد آئی کہ کسی اوچھے نے کسی کو ایک مرغی دی تھی اب ہر جگہ ہر بات میں مرغی کا ذکر تھا کہ یہ بات اس دن ہوئی تھی جس دن میں نے آپ کو مرغی دی تھی یا یہ کہ جس دن مرغی دی تھی اس سے ایک دن پہلے کا یہ قصہ ہے یا اس دینے سے دو دن پہلے یا پیچھے ایسا ہوا تھا غرض ہر بات میں مرغی۔ مرغی کیا ہوئی غدر ہی ہوگئی بعضے لوگ واقعات کا وقت بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ غدر کے زمانہ میں یہ واقعہ ہوا یا غدر سے ایک سال آگے یا پیچھے۔ بس جس طرح دوشالہ اور مرغی کے قصہ میں ہر جگہ اور ہر وقت دوشالہ اور مرغی کا سبق رہ گیا تھا یوں ہی ان مفسر صاحب نے ہر جگہ لڑائی ہر جگہ لڑائی کا سبق یاد کرلیا ہے یہ خدمت کی قرآن کی۔ افسوس ان لوگوں نے یہ گت بنا رکھی ہے کلام اللہ کی۔ اور عوم ہیں کہ ایسی تفسیروں پر لٹو ہیں مگر میں صاف کہتا ہوں کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ قرآن کی تحریف ہے۔ نماز دنیا کے لیے ہرگز نہیں ہے وہ خدا ہی کے لیے ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ نماز کو میری یاد کے لیے بجالاؤ۔ روزہ کے بارے میں آیا ہے: كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ

تَتَّقُونَ (۱) وہ بھی خدا ہی کے لیے ہے جس سے مقصود تقویٰ اور کمال دین ہے حج کے بارے میں وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ اس میں للہ صاف آیا ہے تو اصل مقصود تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ محض رضائے حق کے لیے ہے۔

حقیقت بلاء ونعمت

مگر یہ احکام اپنی خاصیت سے ایسے ہیں اور ان میں ایسی جامعیت اور برکت ہے کہ ان سے منافع دنیوی (۲) بھی بلا قصد نصیب ہوجاتے ہیں مگر مختلف طور پر حاصل ہوتے ہیں حتی کہ بعض اوقات حساً اور ظاہراً تو بلا (۳) ہوتی ہے مگر معنی وباطناً نعمت ہوتی ہے یہ نکتہ حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد سے معلوم ہوا۔ ایک بار فرمایا کبھی نعمت بصورت بلا ہوتی ہے چنانچہ خضر علیہ السلام کا کشتی کا توڑنا ظاہر میں بلا تھی مگر حقیقت میں نعمت تھی۔ نعمت کا خوبصورت بلا ہونا قرآن میں بھی آیا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ ٱلْخَوْفِ وَٱلْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِ (۴)
ظاہر میں یہ بلائیں ہیں مگر اصلاح اخلاق کے اعتبار سے یہ نعمتیں ہیں کہ اس سے تربیت باطنی ہوتی ہے۔

حاجی صاحب کا انداز دعاء

ایک بار حضرت اس مسئلہ کو اس طرح بیان فرمارہے تھے گویا اس کا مشاہدہ ہورہا تھا۔ اس مجلس میں ایک شخص آ گیا جس کا ایک ہاتھ زخمی تھا اور وہ سیاہ ہو گیا تھا اس نے کہا حضرت بہت تکلیف ہے میرے لیے دعا کیجئے۔ ہم طالب علم الگ شبہ کی پوڑیہ ہیں ہم نے دل میں کہا اب دیکھیں حضرت کیا کرتے ہیں اگر دعا نہ کی تو اس بے چارہ کی دل شکنی ہوگی تو یہ شان شیخ کے خلاف ہے اور اگر کی تو ابھی فرما چکے ہیں کہ بلا بھی نعمت ہے تو اس صورت میں یہ دعا سلب (۵) نعمت کی دعا ہوگی تو یہ دعا کیا ہوئی مگر اللہ اکبر ان

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۸۳ (۲) دنیوی فوائد (۳) مصیبت (۴) سورۃ البقرہ: ۱۵۵ (۵) نعمت چھین لینے کی۔

حضرات کو کون سکھلاوے ان کی تو وہ شان ہوتی ہے ادبنی ربی فاحسن تادیب وعلمنی ربی فاحسن تعلیمی حضرت نے اس کے لیے دعا کی اور مضمون دعا کا ایسا اختیار فرمایا کہ اگر ہم دس برس بھی سوچتے تب بھی نہ سوجھتا مگر حضرت نے بے ساختہ فرمایا کہ اے اللہ ہم جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے مگر اے اللہ ہم اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کا تحمل نہیں کرسکتے جیسے بھونی ہوئی بوٹی بھی نعمت ہے مگر شیر خوار بچہ اپنے ضعف کی وجہ سے تحمل نہیں کرسکتا پس اس نعمت مرض کو نعمت صحت سے مبدل فرمادیجئے میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ ان کو کون سکھلائے؟ یہ عجب نہیں کہ ہمارے اس شک کو رفع کرنے کے لیے ہی حضرت نے دعا زور سے کی ہو غرض نعمت کبھی صورتاً بلا ہوتی ہے اور حقیقتاً رحمت۔ جیسے آپریشن ہے۔ کہ ہے تو لطف مگر بصورت قہر۔ اگر لطف نہیں تو ڈاکٹر اس پر انعام کیوں لیتا ہے اور آپ اس کو فیس اور انعام کیوں دیتے ہیں؟ صاف کہہ دیتے کہ ایک تو ہمارے بدن میں زخم کیا پھر اس پر انعام چاہتے ہو؟ مگر وہاں انعام دیکر بھی ہاتھ جوڑتے ہیں کہ حضور معاف کیجئے گا بہت قلیل ہدیہ ہے ہم آپ کو کچھ بھی نہ دے سکے۔ بلکہ بعض اوقات اگر مریض کو کلوروفارم نہ سونگھایا جائے کیونکہ اس کا دماغ کمزور ہے تو وہ آپریشن کے وقت ہائے واویلا بھی کرتا ہے مگر دل میں اس سے خوش ہے کیونکہ اس کا انجام راحت ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صورت تو غضب کی ہے مگر واقع میں ہوتی ہے رحمت۔

لطف بشکل قہر

چنانچہ ایک رحمت کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے: لِيُذِيقَهُم بَعۡضَ ٱلَّذِي عَمِلُواْ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ یعنی اللہ تعالیٰ اس واسطے ایسا کرتے ہیں تاکہ بندہ توبہ کرکے پاک وصاف ہوجاوے۔ اس پاک صاف ہونے پر ایک واقعہ یاد آگیا ایک دفعہ ہم نے بچپن میں سر کے بال بڑھائے تھے مگر پڑھنے کے وقت تو پڑھنے سے فرصت نہ تھی اور

چھٹی کے وقت کھیل سے فرصت نہ تھی اس لیے ان کے دھلوانے کی نوبت نہ آتی تھی۔ تائی صاحبہ ہر روز کہا کرتیں کہ آؤ سر دھودوں بالوں میں تیل لگادوں مگر ہم ایک نہ سنتے ایک دن انہوں نے پہلے سے کھلی بھگو رکھی جب میں پڑھ کر آیا فوراً میرے سر میں کھلی لپیٹ دی اب میں سر دھلوانے پر مجبور ہوگیا اور بہت رویا چلایا، تو یہ تھا لطف مگر بصورت قہر۔ اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہوتا ہے۔ دیکھئے بچہ کی یہ حالت ہوتی ہے۔

طفل میلرزد زنیش احتجام(۱)

مگر ماں کی یہ حالت ہوتی ہے

مادر مشفق ازاں غم شاد کام(۲)

چنانچہ ماں حجام کے سامنے بچہ کا سر دھر دیتی ہے کہ چیر دے اور بچہ روتا ہے مگر ماں باپ ہنستے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ظالم ہیں؟ ان کو محبت نہیں اپنے بچہ سے؟ ضرور ہے مگر اس محبت کا تمہیں رنگ نہیں معلوم۔ جب بندوں کے معاملات میں ایسی نظیریں موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ بدگمانی کیوں ہے؟ کہ ہر بلا کو بلا ہی سمجھتے ہو نعمت نہیں سمجھتے۔

یہاں تک طالبان دنیا کی غلطیاں بیان کی گئی تھی ایک یہ کہ نفع عاجل کو نفع سمجھتے ہیں حتی کہ احکام سے بھی اسی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بلا کا نعمت ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

اہل طریق کی غلطی کی تفصیل

اب اسی کی نظیر بعض طالبان آخرت کی ایسی ہی غلطیوں پر متنبہ کرتا ہوں جس کا اجمالا اوپر۔ جس جگہ احکام سے سیاست کے مقصود ہونے کا خیال بعض لوگوں کا بیان کیا گیا ہے اس سے قبل متصل اہل طریق کی غلطی پر اجمالی تنبیہ کی گئی ہے اب اس

(۱) ''بچہ نشتر لگوانے سے لرزتا ہے'' (۲) ''مگر مشفق ماں اس سے خوش ہوتی ہے''۔

کی قدرے تفصیل کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اسی طرح سالک کو بھی اسی کے مشابہ ایک غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ ذکر اللہ اور طاعات وعبادات میں ایک نفع تو عاجل ہے اور ایک آجل یعنی ایک نقد ہے ایک ادھار ہے ادھار تو جنت اور نعمائے جنت لقاء وظہور رضا ہے(۱) اور نقد ذوق شوق اور انوار وغیرہ ہیں اس میں بھی بڑی حلاوت ہے(۲) یہ حلاوت سلاطین کو بھی نصیب نہیں ہوتی یہ وہ حلاوت ہے جس کے متعلق حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

بفراغ دل زمانے نظرے بہ ماہروے به ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے وہوئے(۳)

اور خاقانی فرماتے ہیں:

پس از سی سال ایں معنیٰ محقق شد بہ خاقانی کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی(۴)

مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جو ملک تھا اس سے اچھا ہمارا ذکر ہے کیونکہ ان کے لیے وہ ملک بھی ذکر تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا جو ملک تھا وہ اگر ہمیں مل جاوے تو ہمارے لیے ہمارا ذکر اس سے اچھا ہے۔

غرض یہ وہ حلاوت ہے جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی ہے۔ بعض اہل سلوک اس حلاوت کے طالب ہوجاتے ہیں۔ اگر کبھی یہ حلاوت نصیب نہ ہو یا کم ہوجائے تو پریشان ہوتے ہیں حتی کہ اس کی وجہ سے بعض لوگوں نے خودکشی تک کرلی ہے۔ پس اس حلاوت کا ظاہر تو دین ہے مگر واقع میں دین بالمعنی الاعم دو حصے ہیں ایک موعود ایک غیر موعود (۵)۔ سو مطلوب صرف موعود ہے اور وہ جنت ولقاء ہے اور غیر موعود مقصود نہیں اور ظاہر ہے کہ ذوق وشوق موعود نہیں ہے(۶) کیونکہ ذوق وشوق کا کہیں وعدہ

(۱) نفع ادھار تو جنت اس کی نعمتیں اللہ سے ملاقات اور اللہ کی رضامندی کا ظہور (۲) لذت (۳) ''ایک ساعت ایک لمحہ محبوب کو اطمینان سے دیکھنا دن بھر کی داروگیر شاہی سے بہتر ہے'' (۴) ''ایک لمحہ اللہ کے ذکر میں مصروف ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے بہتر ہے'' (۵) ایک وہ جس کا وعدہ ہے ایک وہ جس کا وعدہ نہیں ہے (۶) ذوق وشوق کا وعدہ نہیں ہے۔

نہیں لہٰذا وہ مطلوب بھی نہیں ہے ہاں اس کے لیے دعا کا مضائقہ نہیں سو ذوق وشوق کے لیے دعا تو کرو کہ خدا نصیب کرے مگر مطلوب کی توفیق ہوتے ہوئے غیر موعود کے نہ ہونے سے اپنے کو محروم نہ سمجھو یہ ناشکری ہے۔

دست بوسی چوں رسید از دست شاہ پائے بوسی اندراں دم شد گناہ(۱)

بادشاہ اگر چومنے کے لیے ہاتھ دے پاؤں کیوں چوموں؟ اسی طرح اگر تم کو رضا واسباب رضا حاصل ہوں اور ذوق وشوق نہ ہو تو غم نہ کرو، رضا کے مقابلہ میں ذوق وشوق کیا چیز ہے؟ تو سالکین سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ وہ موعود وغیر موعود میں فرق نہیں کرتے ہیں اگر ذوق وشوق نہیں ہوتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ ہم گئے گذرے ہیں چنانچہ شکایت کرتے ہیں شیخ سے کہ ہم کو ذوق وشوق نہیں ہے۔

مطلوب رضا ہے شوق نہیں

اے صاحب! مزا مطلوب ہے یا خدا کی رضا؟ عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں:

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب کہ حیف باشد از وغیر اوتمنائے(۲)

چاہے ذوق ہو یا بدذوقی ہر حال میں اسی کے طالب رہو۔

بدر دو صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف انیست(۳)

ادھر سے جو کچھ عنایت ہو سر آنکھوں پر ہے قبض ہو تو سر آنکھوں پر بسط ہو تو سر آنکھوں پر مولانا اسی کو فرماتے ہیں:

روز ہا گر رفت گورو باک نیست تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست(۴)

---

(۱)''جب بادشاہ چومنے کے لیے ہاتھ دیں اس وقت قدم بوسی کرنا گناہ ہے'' (۲)''فراق ووصل کیا ہوئے رضائے الٰہی طلب کرو اس کے علاوہ کوئی اور تمنا باعث افسوس ہے'' (۳)''دردوصاف یعنی قبض وبسط تجویز کرنے کا تم کو کچھ حق نہیں ہے جو کچھ عطا ہوجائے تربیت باطنی کے لیے مصلحت اور وہی عین لطف ہے'' (۴)''ایام تلف ہونے پر حسرت نہ کرنا چاہیے اگر گئے بلا سے عشق جو اصلی دوست ہے اور سب خرابیوں سے پاک وصاف ہے اس کا رہنا کافی ہے''۔

روز کہتے ہیں احوال وواردات کو تو بماں کا مطلب یہ ہے کہ تو ہمارے ساتھ رہ آپ کی معیت ہونی چاہیے اور بس۔ ان شا کیوں کی نسبت حضرت سرمدؒ فرماتے ہیں:

سرمد گلہ اختصار می باید کرد　　یک کار ازیں دوکار می باید کرد(۱)

مجذوب تھے اس لیے صاف صاف آزادی سے کہتے ہیں کہ دو میں سے ایک بات اختیار کرنا چاہیے۔

یا تن برضائے دوست می باید داد　　یا قطع نظر زیارمی باید کرد(۲)

یعنی قسمت سے جو ملے خواہ تمہاری مرضی کے موافق ہو یا ناموافق یا اس پر راضی رہو ورنہ دوسرا محبوب تلاش کرلو جو تمہاری مرضی کا تابع ہو اللہ تعالیٰ تو کسی کے تابع نہیں ہوسکتے۔

یا تن برضائے دوست می باید داد　　یا قطع نظر زیارمی باید کرد(۳)

حکایت درویش

بوستان میں ایک حکایت ہے کہ ایک درویش کو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری عبادت مقبول نہیں آواز اس طور سے آئی کہ ان کے ایک مرید نے بھی سنی مگر وہ پھر بھی تہجد کے وقت بوریا باندھنا لیکر کھڑے ہوئے۔ مرید نے کہا کہ جب ادھر سے قبول ہی نہیں پھر فائدہ کیا مصیبت اٹھانے سے؟ درویش رونے لگے فرمایا کہ بیٹا یہ سب کچھ سچ ہے مگر اس ایک در کے سوا اگر کوئی اور در ہوتا تو اس کو چھوڑ کر وہاں چلا جاتا مگر جب کوئی اور در ہی نہیں تو کہاں جاؤں؟ انہیں اختیار ہے چاہے جگہ دیں چاہے نکال دیں معاً آواز آئی۔

قبول ست گرچہ ہنر نیستت　　کہ جز ماپناہے دگر نیستت(۴)

(۱)"سرمد شکایت مختصر کرو اور دو کاموں میں سے ایک کام کرو یا تو تن کو محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کردو یا محبوب سے قطع نظر کرو"(۲)"یا تو تن محبوب کو خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کردو۔ یا محبوب سے قطع نظر کرو۔ اپنے کو ان پے سپرد کردو جو ملے اس پر راضی رہو"(۳) یا تو تن محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کردو۔ یا محبوب سے قطع نظر کرو، اپنے کو ان کے سپرد کردو جو ملے اس پر راضی رہو"(۴)"قبول ہے اگرچہ کمال کی اس میں کوئی بات نہیں ہے سوائے اس بات کے کہ تم نے کہہ دیا کہ ہمارے سوا پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہے"

یعنی جاؤ ہم نے قبول کرلیا مگر ساتھ ہی ایک چرکہ بھی لگادیا اگرچہ ہنر نیستت کہ گوتمہاری عبادات قابل قبول نہیں مگر ہمیں رحم آتا ہے کہ اس کے لیے اور کوئی دروازہ نہیں ہمارے دروازہ پر پڑا ہوا ہے اس لیے قبول کرلیا۔ اسی واسطے منقادین نے کہا ہے۔

خسرو غریب ست وگدا فتادہ در شہر شما　　باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری(۱)

حق تعالیٰ کا یوں ہی رحم ہوجاتا ہے کہ کوئی ان کے دروازہ پر جا پڑے اور ان کی رضا کا طالب ہو اپنی رضا کا طالب نہ ہو یہ ہے مذہب عشاق کا۔

ذکر کی توفیق بڑی نعمت ہے

حضرت حاجی صاحبؒ سے جب کوئی اس قسم کی شکایت کرتا کہ ذکر سے نفع (یعنی ذوق وشوق وغیرہ) نہیں معلوم ہوتا اس وقت حضرت جو جواب دیتے ان جوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام وقت تھے وہ جواب یہ تھا کہ حضرت یوں فرماتے کہ میاں اللہ اللہ کرتے ہو شکر کرو۔

بال بودے اگر ایں ہم نبودے(۲)

اگر یہ بھی نہ ہوتا تو کیا ہوتا یہ نفع کیا کم ہے جو اپنے ذکر کی انہوں نے توفیق دی ہے اور یہ شعر فرماتے تھے۔

یابم او را یا نیابم جستجوئے میکنم　　حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم(۳)

ہمارا کام تو طلب ہے، دینا نہ دینا ان کا کام ہے۔

مقصود طلب ہے

میں نے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ سے سنا کہ بندہ کا کام طلب ہے، وصول اس کا کام نہیں وہ غیر اختیاری ہے۔ تم طلب پیدا کرو جو تمہارا کام ہے اسی کو مولانا

(۱)'' خسرو غریب وگدا آپ کے کوچہ میں پڑا ہوا ہے خدا کے لیے غریبوں کی طرف بھی نظر فرمایئے''
(۲)''اگر یہ بھی نہ ہوتا تو سخت آفت ہوتی'' (۳)''میں اسے پاؤں یا نہ پاؤں جستجو کرتا ہوں وہ مجھے حاصل ہو یا حاصل نہ ہو آرزو کرتا ہوں''۔

فرماتے ہیں:

آب کم جو تشنگی آور بدست　　تابجوشد آبت از بالا و پست(۱)

اوراس کی وجہ کیا ہے

تشنگان گر آب جوبند از جہان　　آب ہم جوید بہ عالم تشنگان(۲)

یہ مت سمجھو کہ تم ہی کو ان کی محبت ہے پہلے ان کو تم سے محبت ہوئی پھر تم کو ان سے محبت ہوئی ہے۔ آگے اس کو صاف کر کے فرماتے ہیں۔

ہر عاشق دیدش معشوق داں　　کو بہ نسبت ہست ہم ایں وہم آں(۳)

لیکن ایک فرق ہے عاشق ومعشوق کی طلب میں گو بظاہر دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہیں وہ فرق یہ ہے کہ عاشق تلاش کرے تو ممکن ہے کہ معشوق نہ ملے مگر معشوق کی تلاش سے ممکن نہیں کہ عاشق نہ ملے۔ اسی لیے کسی نے کہا ہے۔

خود بخود آن شہ ابرار ببرمی آید　　نہ بزور ونہ بہ زاری نہ بزری آید(۴)

خود بخود شہ ابرار بندوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں بغیر قوت بغیر رونے دھونے اور بغیر دولت وغیرہ کے۔ مگر طلب ہونا شرط ہے ورنہ غیر طالب کے لیے تو یہ ارشاد ہے أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ (۵) اور اگر طلب ہے تو اس کے لیے یہ بشارت ہے من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث(۶) خدا کا وعدہ ہے کہ طالب پر ادھر سے عنایت ہوتی ہے اگر ان کی عنایت نہ ہو تو اس کی قطع سے راستہ کبھی منقطع نہ ہو۔

(۱) ''پانی کی تلاش مت کرو بلکہ پانی کی پیاس پیدا کرو تاکہ پانی اوپر نیچے تمہارے لیے جوش مارنے لگے'' (۲) ''پیاسے اگر دنیا میں پانی ڈھونڈتے ہیں تو پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے'' (۳) ''جس عاشق کو دیکھو اسے معشوق سمجھو کہ ان کو ایک دوسرے سے باہم نسبت ہے'' (۴) ''کہا ہم (اپنی رحمت) تم پر نہ زبردستی چپکا دیں گے جبکہ تم اس کو ناپسند کرنے والے ہو'' (۵) ''کیا ہم تمہیں (اپنی رحمت) زبردستی چپکا دیں گے جبکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو'' ھود: ۲۸ (۶) ''جس نے میری طرف ایک بالشت کے برابر قرب اختیار کیا میں اس کے پاس ایک ہاتھ کے برابر آتا ہوں'' مسند احمد: ۲/ ۴۱۳۔

طالب پر عنایت کی مثال

میں اس کی ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک بچہ ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہے ماں باپ اس سے کہتے ہیں کہ چلو اور اپنے پاؤں سے مسافت طے کرو۔ وہ روتا ہے کہ ہم کو لے جاؤ یہ کہتے ہیں خود چلو تو اگر وہ ان کے کہنے سے چلا اور قدم بڑھایا اور گر گیا تو وہ دوڑ کر خود ہاتھ پکڑ لیتے اور گود میں اٹھا لیتے ہیں یہ نہیں کہ وہ شفیق نہیں رحیم نہیں وہ شفیق بھی ہیں مگر چاہتے ہیں کہ چلنا اور گرنا دیکھیں۔ جہاں وہ چلا اور گرنے لگا تو پھر ان سے رہا نہیں جاتا دوڑ کر گود میں اٹھا لیتے ہیں۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دیکھتے ہیں کہ چلایا نہیں؟ اگر نہیں چلا تو أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ (کیا ہم تمہیں (اپنی رحمت) زبردستی چپکا دیں گے جبکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو) اور اگر چلا تو من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعاً ومن تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا الحدیث(۱) غرض وہ اگر دستگیری نہ فرماویں تو یہ راستہ ہرگز منقطع نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

نگردو قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا(۲)

یہ راستہ کسی کے ختم کئے ختم نہیں ہوتا بس خدا ہی کے ختم کرنے سے ختم ہوتا ہے اور وہ ختم جب کرتے ہیں کہ تمہارے اندر طلب دیکھیں۔

وصول کی مثال

ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ بالا خانہ پر بیٹھا تھا دریچہ سے دیکھا کہ ایک درویش جا رہے ہیں ان کو اپنے پاس بلایا کہ کچھ دریافت کرنا ہے۔ بزرگ نے فرمایا میں کیوں کر آؤں تم بلندی پر میں پستی میں اور محل شاہی کا دروزہ بہت دور بادشاہ نے فوراً ایک کمند

(۱) ''جس شخص نے میری طرف ایک بالشت قرب اختیار کرتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ کے برابر قرب اختیار کرتا ہوں اور جو ایک ہاتھ کے برابر قرب اختیار کرتا ہے میں دو ہاتھ کے برابر قرب اختیار کرتا ہوں'' (مسند احمد: ۲/ ۴۱۳) (۲) ''محض دوڑنے سے طریق عشق ہرگز طے نہیں ہوتا اس لیے کہ مثل انگور کے کاٹنے سے خود بخود بڑھتا ہے''۔

لٹکادی اور کہا اس کو پکڑ لیجئے پھر خود ان کو اوپر کھینچ لیا جب وہ اوپر آ گئے تو پوچھا کہ آپ خدا تک کس طرح پہنچے فرمایا جیسے تم تک پہنچا اگر ہم کوشش کرتے اور تم نہ کھینچتے کسی طرح وصول نہ ہوتا تم نے کھینچ لیا تو ذراسی دیر میں وصول ہوگیا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے ایک کمند لٹکادی ہے جو اس کو پکڑ لیتا ہے اس کو وہ خود کھینچ لیتے ہیں اور وہ کمند ہے قرآن جس کے بارے میں ارشاد ہے: وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا (۱) خدا تعالیٰ اگر نہ کھینچتے تو وصول ممکن نہ تھا۔ بندہ کا کام کمند پکڑ لینا ہے کھینچنا ان کا کام ہے بندے کا کام تلاش ہے وصول وہی عطا کریں گے۔ بہرحال اعمال سے نہ دنیوی نفع مطلوب ہے جیسا مدعیان عقل نے سمجھا اور نہ وہ باطنی احوال مطلوب ہیں جو موعود نہیں صرف ایک چیز مطلوب ہے جس کو لوگ مولویانہ بات سمجھتے ہیں۔ یعنی رضا بس عمل کرتے رہو اور ان کی رضا کو مطلوب سمجھو اسی طرح ایک دن عنایت متوجہ ہوجائے گی۔

اندریں رہ میتراش ومیخراش تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سربود (۲)

خلاصہ کلام

طلب اور سعی کو مت چھوڑو سب کچھ حاصل ہوجاویگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ احکام شرعیہ سے جو ثمرہ مقصود ہے اس کا کامل ظہور تو ہوگا آخرت میں مگر حصول یہاں بھی ہوتا ہے اسی باب میں دو فرقے غلطی میں پڑ گئے ایک اہل دنیا کہ مقصود ان کا دنیا ہے دوسرے غیر محقق اہل دین دونوں مختلف غلطیوں میں پڑ گئے جیسا مفصلاً مذکور ہوا اب ثابت ہوگیا کہ مقصود تمام احکام دین سے صرف رضائے حق ہے لیکن اتفاق سے احکام دین ایسے واقع ہوئے ہیں کہ ان سے منافع دنیوی بھی حاصل ہوجاتے ہیں۔

(۱) ''اللہ کے رسی کو مضبوطی سے تھام لو'' آل عمران: ۱۰۳ (۲) ''اس راہ سلوک میں ادھیڑ بن میں لگے رہو یعنی خوب کوشش کرو، آخر دم تک بے کار نہ رہو آخری وقت کوئی ایسی گھڑی ضرور ہوگی جس میں عنایت ربانی تمہاری ہمراز بن جائے گی''۔

چنانچہ اہل اللہ کو دیکھو ان کو دنیوی منافع بھی دنیا داروں سے زیادہ حاصل ہیں عیش وعشرت ومسرت جیسی ان کو حاصل ہے دنیا داروں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ سو اس سے ہم کو بھی انکار نہیں کہ احکام میں منافع دنیوی بھی ہیں چنانچہ میں نے احکام کے یہ دنیوی منافع بیان بھی کئے ہیں یعنی اس وعظ الاتمام لنعمۃ الاسلام کے پہلے دونوں حصوں (۱) میں مگر وہ منافع اس درجہ میں نہیں ہیں کہ ان ہی کو مقصود بنایا جاوے ہاں منافع تابعہ ہیں۔

چنانچہ میں نے ایک جلسہ میں عقائد کے اور ایک جلسہ میں دیانات کے اور ایک جلسہ میں اخلاق کے محاسن ومنافع بتلائے ہیں صرف معاملات ومعاشرات کے منافع کا بیان باقی رہ گیا تھا آج ان دونوں کے متعلق بیان کا خیال تھا۔

تہذیب اخلاق

ہاں کل اخلاق کے متعلق یہ کہنا بھول گیا تھا کہ حکماء نے بھی اقرار کیا ہے کہ تہذیب اخلاق جیسی شریعت نے کی ہے اس کے بعد کسی اور بیان کی ضرورت نہیں رہی چنانچہ مشاہدہ ہے حکماء کی کتابوں کو دیکھئے پھر قرآن وحدیث کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ تہذیب اخلاق میں شریعت نے اس قدر تدقیق کی ہے کہ حکماء اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے چنانچہ شریعت میں طلب رضاء کی بھی تعلیم ہے جس کو فلاسفہ نے چھوا بھی نہیں۔ یہ رضا جڑ ہے سارے اخلاق کی اور جس کا ایک بین (۲) اور نقد نفع تو یہ ہے کہ جو خدا سے ہر حال میں راضی ہوگا اس کو کبھی پریشانی اور ناگواری نہ ہوگی۔

یہ کتنی راحت ہے اس سے بڑھ کر اور کیا راحت ہوگی جیسا مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ صاحب شریعت کو ہر چیز میں راحت ہے۔

حضرت بہلول نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہئے کیا حالت ہے کہا اس شخص کی حالت کیا پوچھتے ہو کہ دنیا میں اس کے خواہش کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ وہ ہر وقت خوش رہیگا یہی میری حالت ہے حضرت بہلول نے کہا یہ بات میری سمجھ

(۱) اکتوبر، نومبر اور دسمبر میں طبع ہونے والا ماہنامہ الامداد دیکھئے (۲) واضح۔

میں نہیں آئی کہ کوئی ایسا شخص ہو کہ کوئی بات اس کے خواہش کے خلاف نہ ہو۔ فرمایا یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کام بلا ارادہ حق نہیں ہوتا ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے مشیت ایزدی(۱) سے ہوتا ہے پس اگر کسی نے اپنے ارادے کو خدا کے ارادے میں فنا کر دیا ہو تو جو کام خدا کی مشیت وارادہ کے موافق ہوگا وہ اس کے ارادہ خواہش کے موافق بھی ہوگا، مثلاً یہ شخص بیمار ہوا اور معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے تو یہی اس شخص کی بھی مرضی ہوگی یعنی وہ یہ سمجھے گا کہ اگر ہمارا بیمار ہونا خدا کو پسند ہے تو ہم کو بھی پسند ہے اس لیے کوئی کام دنیا میں اس شخص کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگا یہ ہے رضاء کی تعلیم جس میں بے شمار منافع ہیں۔

پھر شریعت نے اس میں بھی ایک دقیقہ (۲) رکھا ہے وہ یہ کہ رضاء کے اختیار کرنے میں بھی دو طرح کی نیت ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ رضا اختیار کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے، حکمائے شریعت کہتے ہیں کہ یہ درجہ طلب رضا کا خفی شرک ہے (۳) کیونکہ یہ شخص طالب راحت ہے مقصود اس کا راحت ہے اور ظاہر ہے کہ راحت خدا نہیں بلکہ غیر خدا ہے تو یہ شخص غیر خدا کا طالب ہوا۔ اور ایک اس نیت سے رضا اختیار کرتا ہے کہ بندہ کے ذمہ خدا کا یہ حق ہے کہ وہ جو حکم کر دے اس پر بندہ راضی رہے سو یہ درجہ مطلوب ہے اور یہ شخص موحد کامل ہے مومن ہے عارف ہے اب بتلایئے ہے کوئی حکیم ارسطو، سقراط، بقراط اس دقیقہ کو سمجھنے والا؟ وہ تو اس گرد کو بھی نہیں پہنچے۔

دقائق شریعت

میں نے ایک حکایت دیکھی ہے ایک بزرگ دوسرے بزرگ کی زیارت کو گئے حجرہ سے باہر ان کی آواز آرہی ہے انہوں نے کان لگا کر سنا تو وہ بزرگ پناہ مانگتے تھے لذت تفویض سے کہ مبادا ہم لذت کی وجہ سے تفویض ورضا اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بتلاؤ اس دقیقہ کو کوئی حکیم سمجھ سکتا ہے؟ اور ایک حکایت ہے کہ جس سے ان محققین کی شان تدقیق معلوم ہوتی ہے ایک بزرگ قرآن شریف پڑھنے کے لیے بیٹھے پہلے اعوذ

(۱) اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے (۲) ایک باریک بات یہ ہے (۳) پوشیدہ طور پر شرک میں مبتلا ہونا ہے۔

باللہ من الشیطان الرجیم (میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں) پڑھا اس کے بعد کہا اے شیطان تو خوش نہ ہونا کہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں' اس لیے پناہ مانگتا ہوں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ محض خدا کا حکم بجالانے کے لیے استعاذہ پڑھا ہے ورنہ میں تجھے اس قابل نہیں سمجھتا کہ تجھ سے ڈر کر پناہ مانگوں۔ خدا کے بغیر تو کیا کرسکتا ہے؟ تو نازمت کرنا اور واقعی ایسے بزرگوں کا وہ کیا کرسکتا ہے إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (۱)

غرض بزرگوں کی حکایت سے حیرت ہوتی ہے کہ کہاں تک ان کی نظر پہنچی ہے امام غزالی کی ایک تدقیق بات یاد آگئی ہے انہوں نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ ریاء مذموم کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ بندہ خدا سے ریاء کرے۔ سبحان اللہ یہ حضرات کیا غائر النظر ہیں اور خدا سے ریاء کی صورت یہ لکھی ہے کہ ایک شخص خلوت میں تو نماز پڑھتا ہے جلدی جلدی اور جلوت میں لمبی۔ پھر ایک دفعہ خیال ہوا کہ اللہ میاں کیا کہیں گے کہ خلوت میں تو تقصیر کرتا ہے اور جلوت میں تطویل۔ آپ نے تنہائی میں بھی لمبی لمبی نماز شروع کردی تو اس شخص کا مقصود خدا کے لیے تطویل صلوٰۃ (۲) نہیں ہے بلکہ مخلوق کے لیے ہے دراصل اس کو تطویل جلوت (۳) ہی میں مقصود ہے مگر اس خیال سے کہ خدا تعالیٰ یوں نہ کہیں کہ ہمارے لیے تطویل نہیں کرتا ہے اس لیے خلوت میں بھی تطویل اختیار کی تاکہ جلوت میں تطویل کرسکے سو یہ کتنا بڑا اخداع (۴) ہے ایسے ہی مخادعین (۵) کے حق میں کہا گیا ہے۔

زنہا را ازیں قوم تباشی کہ فریبند حق را بسجودے ونبی رابہ درودے (۶)

تو کیا یہ علم کسی فلسفی کے پاس ہے جو غزالی کے پاس ہے ہرگز نہیں اور یہ انہوں نے شریعت ہی سے سمجھا ہے۔ شریعت کے احکام پر قربان جایئے اس میں وہ دقائق

---

(۱) ''بیشک وہ ان لوگوں کا بادشاہ نہیں جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں'' سورۃ النحل: ۹۹

(۲) لمبی نماز پرھنا (۳) سب کے روبرو لمبی نماز پڑھنا مطلوب ہے (۴) دھوکہ (۵) دھوکہ بازوں کے بارے میں کہا ہے (۶) '' تم ایسے لوگوں میں سے نہ بننا جو حق تعالیٰ شانہ کو ایک سجدے سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک درود سے دھوکہ دیتے ہیں''۔

واسرار ہیں جو کسی حکیم کے یہاں نہیں۔ افلاطون کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا حکماء کون کون ہیں اور کچھ حکماء کے نام گنوائے کہا یہ کچھ بھی نہیں وہ دیوانے کیا جانیں کہ حکمت کیا چیز ہے پھر اہل حق میں سے کسی کا نام لیا تو کہا اولئك هم الفلاسفة حقًا واقعی فلسفی یہ ہیں مگر اب ہماری کیا حالت ہے اپنے گھر کی خبر نہیں دوسروں کے پیچھے پھرتے ہیں اور ان ہی سے علوم وتہذیب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ سب تمہارے گھر کے فقیر ہیں اس باب میں ہماری وہی مثال ہے۔

یک سبد پرنان تر ابر فرق سر تو ہمی جوئی لب نان دربدر(۱)

یک سبد پر نان ترا برفرق سر تو ہمی جوئی لب نان دربدر

تابہ زانوئی میاں قعر آب وزعطش وزجوع گشتی خراب(۲)

یعنی گھٹنے تک پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہائے پانی ہائے پانی اور ہائے روٹی ہائے روٹی پکار رہے ہیں۔ ارے اوپر دیکھ روٹی کا ٹوکرہ سر پر ہے اور نیچے دیکھ پانی ہے ہمارے گھر میں اتنی بڑی دولت ہے پھر بھی ہم دوسروں پر حسرت کرتے ہیں تف(۳) ہے ہماری اوقات پر۔ کل میں یہ بات کہنا بھول گیا تھا آج اس کو بیان کر دیا۔

محاسن معاملہ ومعاشرت

میں نے ابھی کہا ہے کہ عقائد ودیانات واخلاق کے مصالح تو بیان ہو چکے ہیں معاشرت ومعاملات کا بیان رہ گیا تو آج معاشرت ومعاملات کے حکم اور مصالح کا بیان ہونا چاہیے اور ان دونوں میں ایک وجہ جامع بھی موجود تھی کہ دونوں کا تعلق عباد(۴) کے ساتھ ہے چنانچہ آج یہی ارادہ تھا کہ ان کا بیان استیعاب(۵) کے ساتھ ہو جائے گو

(۱) ''ٹوکرہ روٹیوں کا سر پر رکھا ہوا ہے اور بھیک مانگتے پھرتے ہیں'' (۲) '' تیرے سر پر روٹیوں کا ایک ٹوکرا موجود ہے تو ایک روٹی کے ٹکڑے کے لیے مارا مارا پھرتا ہے تو زانو تک نہر میں کھڑا ہے پیاس اور بھوک سے خراب ہو رہا ہے'' (۳) افسوس ہے ہماری حالت پر (۴) بندوں کے ساتھ ہے (۵) تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے کیا جائے گا۔

قدرے بیان مجملاً ہو بھی چکا ہے مگر تمہید اتنی لمبی ہوگئی کہ اس میں وقت زیادہ گذر گیا پھر ایک اور کام نکاح کا بھی ہے لہٰذا آج بھی استیعاباً اس کا بیان نہ ہو سکے گا اور گو استیعاباً تو پہلے بھی نہ ہوتا مگر اجمال کے مقابلہ میں کچھ تفصیل ہوتی مگر چونکہ تمہید میں بہت وقت گذر گیا ہے لہٰذا اب مختصراً بیان ہوگا۔

تو سمجھ لو کہ معاملات و معاشرت کے سارے احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی سے کسی کو ایذاء (۱) وضرر نہ ہو خواہ جانی ہو یا مالی۔ اس کا لحاظ شریعت میں کمال درجہ پر کیا گیا ہے چنانچہ کتب فقہ میں لکھتے ہیں کہ تجارت میں کسی کو دھوکا نہ ہونا چاہیے اور لکھتے ہیں بائع مبیع (۲) کے عیوب نہ چھپائے تو دیکھئے اس راست گوئی (۳) میں دنیا کا کتنا نفع ہے۔

کانپور میں ایک بانس منڈی ہے بہت سے بانس بیچنے والے اس میں تجارت کرتے تھے ان میں سے ایک شخص ایسا سچا تھا کہ اس سے جس بانس کے متعلق دریافت کیا جاتا کہ یہ کتنے دن چلے گا وہ صاف کہہ دیتا کہ دو برس یا ایک برس یا چھ ماہ اسی طرح کہہ دیا کرتا مگر دوسرے دوکاندار اپنے مال کی نسبت یہ کہہ دیتے کہ یہ مدت دراز تک چلے گا گویا اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے تک رہے گا اس وجہ سے اوروں کی دکان پر خوب بکری ہوتی تھی یہاں بہت کم۔ بعضوں نے اس سے کہا کہ اس طرح کہنے سے مال بکیگا نہیں وہ جواب دیتا تھا کہ بکے یا نہ بکے میں اپنے مالک کو ناراض نہ کروں گا جھوٹ نہیں بولوں گا۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند فرزند وعیال وخانماں راچہ کند(۴)

غرض بلائے عشق (۵) نے اس کو مجبور کیا سچ بولنے پر مگر اس کے یہاں کچھ بکری نہ ہوتی تھی یوں ہی بیٹھا رہتا لیکن دنوں کے بعد قسمت نے پلٹا کھایا لوگوں نے جو تجربہ کیا تو دوسرے دوکانداروں کی تعریف کے موافق مال نہ پایا خراب بانس نکلے اور یہ

(۱) تکلیف ونقصان نہ پہنچے (۲) بیچنے والا اپنی چیز کے عیب نہ چھپائے (۳) سچ کہنے میں (۴) ”جس نے تیری معرفت حاصل کرلی وہ جہاں کو کیا کرے گا بیٹے، خاندان، اولاد کو کیا کرے گا“ (۵) خدا کی محبت نے اسے سچ بولنے پر مجبور کیا۔

جتنے دن کہہ دیتے اس سے بھی کچھ زیادہ ہی چلتا اب خریدار جو گرے ان کی دکان پر تو بے چارے کو کام سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ غرض سچ بولنے سے برکت ہوتی ہے۔ چند دن تو نقصان معلوم ہوتا ہے مگر بعد میں نفع ہی نفع ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اگر مال میں عیب ہو تو صاف کہہ دے کہ اس میں یہ کھوٹ ہے۔ اس سے برکت ہوتی ہے فان تبینا وصدقا بورك لهما وان كذبا وكتما محقت بركتهما اگر عیب کو چھپایا یا جھوٹ بولا برکت مٹ جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کماتے ہیں مگر برکت نہیں دیکھتے یہ ایک چھوٹا سا دستور العمل ہے دین کا۔ دیکھئے اس میں کتنا نفع ہے دنیا کا۔

خدا کی شفقت

اسی طرح کسی معاملہ میں بھی دھوکا نہ ہونا چاہیے۔ بات بھی ہو تو اس میں بھی دھوکا نہ ہو۔ شریعت نے اس دھوکے سے روکنے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ بعض مواقع پر قصداً کسی کی طرف سے دھوکا تو نہ تھا مگر واقع میں دوسرے کا ضرر تھا اور اس کو خبر بھی نہیں تھی کہ مجھ پر ظلم کیا جارہا ہے تو یہ ایک درجہ دھوکا بہت خفی تھا بلکہ وہ اپنے اس ضرر پر راضی بھی تھا مگر شریعت نے اس سے بھی منع کر دیا جیسے سود۔ اس میں چونکہ فی الواقع ضرر (۱) اور ظلم ہے اس لیے منع کر دیا گیا گو متعاقدین (۲) اس پر راضی تھے۔ سبحان اللہ کس قدر شفقت ہے شریعت کی جیسے بچہ سانپ پکڑنا چاہتا ہے تو ماں باپ اس سے روکتے ہیں۔ حالانکہ بچہ تو خوشی سے پکڑتا ہے کیونکہ وہ ضرر سے واقف نہیں اس لیے پکڑتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ماں باپ نے بیچ میں ٹانگ کیوں اڑائی؟ اس کو منع کیوں کرتے ہیں پکڑنا چاہتا ہے پکڑنے دیں۔ تو اس سے یہی کہا جائیگا کہ بات یہ ہے کہ ان کو بچوں سے محبت ہے اس لیے روکتے ہیں تاکہ اس کا ضرر نہ ہو۔ ایسے ہی خدا کو تم سے محبت ہے اس لیے جو چیز تمہارے لیے مضر ہے اس سے منع کرتے ہیں اگرچہ

---

(۱) حقیقت میں نقصان اور ظلم (۲) معاملہ کرنے والے۔

اس کے ضرر کی تمہیں خبر بھی نہیں۔

باپ کی شفقت

ایک قصہ مشہور ہے کسی کا جوان لڑکا دھوپ میں کھڑا تھا باپ نے کہا بھائی سایہ میں آجاؤ کئی دفعہ کہا مگر وہ آتا نہیں تھا آخر جب دیکھا کہ وہ آتا نہیں تو اس نے خود اس کے بچہ کو اٹھا کر دھوپ میں دھر دیا اب تو آپ چلانے لگے کہ اس کو دھوپ سے الگ لے جاؤ۔ باپ نے کہا کہ جو نسبت اس کو تجھ سے ہے وہی نسبت تجھ کو مجھ سے ہے اسی طرح میں بھی تڑپ گیا تھا تو دیکھئے یہ نوجوان اپنے ضرر پر راضی تھا مگر باپ کو گوارا نہیں ہوا اسی طرح سود دینے اور لینے پر آپ گو راضی ہوں مگر وہ روکتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ اس میں ضرر ہے اور واقعی سود کا ضرر بہت ہے۔

بے فکری کا انجام

میرے ایک دوست نے سترہ سو روپیہ سود لئے تھے اور یہ سب ہماری غفلت عن الاحکام (۱) کا نتیجہ ہے اور بے فکری کا اگر شریعت کے پابند ہوتے تو اول تو سودی قرض لیتے ہی کیوں؟ اور اگر لیا تھا تو جلد ادا کرنے کا اہتمام ہوتا مگر اب تو مسلمانوں میں غفلت ہے، نوابی ہے اور وہ مہاجن بولتا نہیں وہ تو دل سے چاہتا ہے کہ دس برس تک قرض وصول نہ ہو تو اچھا ہے غرض تھوڑی مدت میں سود در سود مل کر چالیس ہزار ہو گیا جس میں سب جائیداد نیلام ہو گئی۔ ان حضرت کو ایک اور بھی خبط تھا کہ اتنے روپیہ کے تو مقروض لیکن کہیں کوئی جائیداد بکتی تو فوراً خرید لیتے وہ بھی قرض لے کر۔ اگر کہا جاتا کہ قرض لے کر کیوں خریدتے ہو؟ جواب ملتا ہے ارے جائیداد ہمیشہ نہیں ملتی پھر سب اسی قرض میں اڑا دی۔

اس جواب پر ایک مشہور قصہ یاد آ گیا ایک بزرگ کرایہ کی بہلی میں جونپور

(۱) احکام سے ناواقفی کا۔

سے دہلی گئے۔ وہاں پہنچ کر بہلی والے سے پوچھا کہ یہاں سے واپسی میں کتنے کرایہ پر جاؤ گے معلوم ہوا کہ جتنے میں آئی ہے اس سے آدھا کرایہ لے کر چلا جائیگا آپ اسی وقت جونپور واپس آگئے کہ شاید پھر اتنے کرایہ پر گاڑی ملے یا نہ ملے۔ یہی اس جواب کا رنگ ہے کہ اب جائیداد سستی ملتی ہے خریدلو۔ مسلمانوں کا اس بے فکری نے ناس کر دیا۔ اس ضرر کو دیکھ کر شریعت نے سود کو حرام کر دیا۔

جائیداد کے بدلے جائیداد خریدو

اور سنئے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اگر ایک جائیداد بیچنا چاہتے ہو تو اس کی قیمت سے دوسری جائیداد خریدلو ورنہ اس روپیہ میں برکت نہ ہوگی۔ کیونکہ نقد میں برکت نہیں ہوتی خرچ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے شریعت نے ہماری دنیوی راحت کی کتنی رعایت کی کہ جائیداد بیچنے سے منع بھی نہیں کیا کیونکہ بعض دفعہ ایک جائیداد سے نفع نہیں ہوتا تو اس کی تو اجازت دی کہ بیچ دو مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جلدی کرو اور اس رقم سے دوسری جائیداد خریدلو یہ نہ کرو کہ جائیداد بیچ کر تجارت کرنے لگو کہ اس میں نفع زیادہ ہوگا شریعت نے اس میں دست اندازی اس لیے کی کہ اس میں بقاء کی صورت ہے جائیداد کو کوئی چور چرا نہیں سکتا اور یوں جائیداد بیچ کر روپیہ سے تجارت کی جاوے یا گھر میں رکھا جاوے تو اس میں خوف ہے نقصان کا بھی اور چوری کا بھی چنانچہ ایک مقام پر ایسا واقعہ ہوا ہے۔ ایک مہاجن آدمی نے جائیداد بیچ کر کھدر کا کارخانہ کھولا۔ کپڑا بننے کا تو ان حضرت نے چار ہزار کی جائیداد بیچی اور ایک ہزار سے کام شروع کیا تین ہزار گھر رکھے۔ جب کھدر کا زور شور کم ہوا کھدر میں تو یوں نقصان ہوا اور روپیہ چور لے گئے نہ جائیداد رہی نہ روپیہ رہا۔

وہی حال ہوا جیسے کسی چور کا قصہ ہے کہ ایک گھوڑا بہت قیمتی چرا کر لایا تھا ایک چور اس کے پیچھے بھی لگ گیا زمیندار بن کر اس کے پاس آیا کہ گھوڑا بیچتے ہو کہا ہاں اس نے کہا اچھا ذرا میں سوار ہو کر دیکھ لوں کہا دیکھ لو۔ اس نے اپنے جوتے تو اس کے حوالہ

کئے اور سوار ہو کر کچھ دور گیا پھر چلا آیا تا کہ اس کو شبہ نہ ہو۔ پھر کچھ دور گیا اور چلا آیا تیسری مرتبہ پھر کچھ دور گیا اور ایسا غائب ہوا کہ پھر پتہ ہی نہ دیا اب آپ اس کی جوتیاں لے کر گھر واپس آئے کسی نے پوچھا وہ گھوڑا کتنے میں دے دیا کہا جتنے میں لیا تھا اتنے ہی میں دے دیا یہ جوتیاں نفع میں ہیں۔

اسی طرح یہاں سب برابر ہو گیا اور کھڈیاں نفع میں رہ گئیں اور پھر بھی فرق ہے کہ وہاں تو مفت کا گھوڑا تھا مگر یہاں تو مول کی چیزیں اور روپیہ بھی جائیداد بیچ کر آیا تھا غرض نہ جائیداد ہی رہی نہ روپیہ رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری راحت کی کتنی رعایت کی ہے فرماتے ہیں کہ اگر ایک جائیداد بیچو تو دوسری جائیداد جلد خرید لو۔

آداب معاشرت

اور معاملات ومعاشرت میں سے باب سفر کو دیکھو چنانچہ آداب سفر میں سے ایک یہ ہے کہ سفر میں چار آدمیوں کا ساتھ ہونا چاہیے علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر اس سے کم ہوں گے تو دو ہوں گے یا تین اگر دو ہوں تو اس میں یہ خرابی ہے کہ ایک کسی کام کو گیا دوسرا تنہا بیٹھے گھبرائیگا بھی اگر تین ہوں تو اس میں بھی بعض اوقات ایک تنہا ہوگا اور اگر چار ہوں گے تو ہر طرف دو دو ہوں گے گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں ہوگی سچ جانئے اگر عمر بھر کے تجربے جمع کئے جائیں تو وہ باتیں سمجھ میں نہیں آویں گی جو شریعت نے ملحوظ رکھی ہیں کیونکہ اس کی تعلیم تو اور ہی جگہ سے ہے علمنی ربی فاحسن تعلیمی وادبنی ربی فاحسن تادیبی (۱)۔

اور سنئے معاشرت میں ایک ادب یہ ہے کہ اگر تین آدمی ہوں تو دو شخص باہم سرگوشی نہ کریں کیونکہ تیسرا کبیدہ (۲) خاطر ہوگا کہ مجھ ہی سے اخفا مقصود (۳) ہے اور اگر چار آدمی ہوں تو دو کی سرگوشی میں تیسرا شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ شاید مجھ سے چھپاتا نہیں

(۱) ''میرے رب نے مجھے بہترین تعلیم دی میرے رب نے مجھے بہترین ادب سکھایا'' لم اجد الحدیث فی موسوعۃ أطراف الحدیث النبوی الشریف (۲) دل برا ہوگا (۳) مجھ سے چھپانا چاہتے ہیں۔

دوسرے سے چھپاتا ہو رنجیدگی نہ ہوگی ایک میرا واقعہ اسی طرح کا ہے۔

میرے پاس ایک نائب تحصیلدار آئے ان کو اپنے بچہ کی تعلیم کے لیے مدرس کی ضرورت تھی۔ مجھ سے تجویز کرنے کی درخواست کی مجھ سے یہ حماقت ہوئی کہ میں نے ایک مولوی صاحب سے مجھ سے پڑھ رہے تھے اس کے متعلق عربی میں گفتگو شروع کی تھوڑی ہی گفتگو کرنے پایا تھا کہ نائب صاحب نے کہا عربی میں بات کرنے سے معلوم ہوتا ہے شاید آپ مجھ سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں سو میں عربی سمجھتا ہوں آپ اجازت دیجئے میں یہاں سے اٹھ جاؤں۔ میں بہت شرمندہ ہوا اور کہا ایسے مہذب سے میں کوئی راز مخفی نہیں رکھنا چاہتا غرض ناواقف کے سامنے دو آدمیوں کا عربی میں کلام کرنا بھی اسی ممانعت میں داخل ہے۔

نیز انہوں نے اس حدیث کو بھی سمجھا کہ اگر دو آدمی پوشیدہ باتیں کرتے ہیں تو کسی کو ان کی باتوں پر کان نہ لگانا چاہیے۔ فرمایئے کس قدر تدقیق ہے۔ غرض شریعت کا ایک ایک باب کھولو اور اس کے منافع ومحاسن کو دیکھو تو خود فیصلہ کرلو گے کہ احکام شرع میں جو جو خوبیاں اور منافع ہیں اور کسی میں نہیں ہیں۔

شریعت وغیر شریعت میں فرق

اگر تمہاری سمجھ میں شرع اور غیر شرع کا فرق نہ آوے تو ایک طریقہ فرق معلوم کرنے کا میں بتلاتا ہوں اور وہ بہت موٹی بات ہے وہ یہ کہ شرع کے خلاف تو بہت دفعہ کام کیا ہوگا ایک بار شریعت کے موافق بھی عمل کرلو تو ان دونوں میں رات دن کا فرق محسوس ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں ایسے احکام ہیں کہ ان کے اندر دنیوی راحت اور خوبی بھی ہے جب نعمت اسلام ایسی چیز ہے تو تم خود بھی اس پر عمل کرو اور دوسروں کو بھی ترغیب دو یہی عمل مقصود ہے اس امتنان سے(۱) أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (۲) اب میں بیان کو ختم کرتا ہوں اور مطلع کرتا ہوں کہ

(۱) احسان جتانے سے (۲) ''آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا'' سورۃ المائدہ: ۳۔

خداوند تعالیٰ نے ہم کو بہت بڑی نعمت دی ہے ہم کو اس کی قدر کرنی چاہیے اور اس سے نفع حاصل کرنا چاہیے۔

محاسن نکاح

میں نے درمیان میں آپ کو مطلع کیا تھا کہ ایک نکاح ہوگا کہ سب صاحب ٹھہریں اور معلوم کریں کہ شریعت کی تعلیم اس کے متعلق بھی کتنی راحت کی ہے برخلاف ان رسوم کے جو ہم نے ایجاد کی ہیں کہ ان میں کتنی مشکلات ہیں۔ دیکھئے نکاح کتنا مختصر ہے کوئی چیز ایسی مختصر نہیں ہے۔ سب چیزوں میں پیسہ لگتا ہے مگر اس میں ایک پیسہ بھی صرف نہیں ہوتا آدمی کو سب سے پہلے رہنے کے لیے مکان کی ضرورت ہے دیکھئے اس میں پیسہ لگتا ہے پھر کھانے میں بھی پھر پینے میں بھی یعنی پانی تو سقے سے منگاتے ہیں مگر سقہ کو پیسے دینے پڑتے ہیں لیکن نکاح میں ایک پیسہ بھی نہیں لگتا کیونکہ نکاح کا رکن ہے الایجاب وقبول۔ صرف زبان سے دو لفظ کہنا اس میں کیا لگا۔ اگر کہو کہ نکاح میں لگتا کیوں نہیں؟ چھوہارے تقسیم ہوتے ہیں اور مہر میں تو پیسہ ہی پیسہ لگتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ چھوہارا تقسیم کرنا واجب نہیں، رہا مہر سو مہر اکثر ادھار ہوتا ہے اصل چیز جس سے مفر نہیں(۱) وہ عقد ہے اور عقد نکاح میں تو ایک پیسہ کا بھی خرچ نہیں البتہ عرب میں مہر فوراً دینا پڑتا ہے مگر یہاں تو کچھ نہیں ہاں جائیداد نیلام ہو تب مہر کا پتہ لگتا ہے پہلے سے کچھ بھی خبر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مہر بہت زیادہ باندھتے ہیں کیونکہ دینا تو ہے نہیں اور یہ تکثیر مہر(۲) عادۃ عامہ ہوگئی ہے۔ میں نے ایک جگہ سنا تھا کہ مہر سوا سیر کودوں(۳) ہوتا ہے ہم نے سمجھا بڑا ارزاں ہے بعد میں معلوم ہوا کہ مقصود اس سے سوا سیر کودوں کے دانوں کی گنتی کی برابر روپیہ ہے۔ ایک جگہ سنا کہ دس مٹکے کھٹمل، پسو، مچھر میں نے کہا اگر بادشاہ بھی جمع کرے تو وہ بھی اتنے پسو مچھر جمع نہ کر سکے۔ غرض

(۱) جس کے بغیر گزارہ نہیں (۲) زیادہ مہر باندھنے کی عام عادت ہوگئی (۳) ایک قسم کا سخت غلہ۔

ایسا مہر مقرر کرتے ہیں کہ وہ دے ہی نہ سکے ہمیشہ شیطان کے پنجے میں پھنسا رہے اور بعض جگہ ڈیڑھ لاکھ سوا لاکھ مہر مقرر کرتے ہیں جیسا ہمارے قریب میں ایک قصبہ افغانوں کا ہے وہاں یہی دستور ہے۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ برکت اس نکاح میں ہے جس میں مہر کم ہو۔ رہا ولیمہ سو وہ بھی سنت ہے واجب وفرض نہیں پھر وہ نکاح کے بعد کا قصہ ہے اور ولیمہ بھی پہلے زمانہ میں سنت تھا۔

رسوم تفاخر

باقی اس وقت جو اکثر رسمی ولیمہ ہوتا ہے وہ محض تفاخر کے لیے ہے اس میں روپیہ بالکل برباد ہی جاتا ہے اور غور کیا جائے تو ہمارا زیادہ روپیہ تفاخر (۱) ہی میں برباد ہوتا ہے حتی کہ حیرت ہے کہ آج کل مرنے میں بھی فخر کا اہتمام ہے۔ میں نے حضرت مولانا دیوبندیؒ سے سنا تھا۔ کسی کتاب سے نقل فرمایا کہ ایک قبر پر لکھا تھا اے شخص عبرت حاصل کر میں ایسے شخص کا بیٹا ہوں جس کے قبضے میں ہوا تھی میں نے سمجھا یہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا مگر اس کے قریب ہی دوسری قبر پر لکھا تھا اے ناظر دھوکہ میں نہ پڑنا یہ لوہار کا بیٹا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے مردوں میں لڑائی اور تفاخر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خیر یہ فخر تو کسی زندہ کی تفریح تھی مگر موت کے متعلق واقعی فخر کا قصہ بھی بعض مقامات پر واقع ہوتا ہے چنانچہ فخر بہت کرے قبر تک پہنچ گئے۔ کیرانہ کا قصہ ہے کہ ایک گوجر بہت بڈھا تھا وہ بیمار ہوا اس کا بیٹا حکیم کے پاس آیا اور کہنے لگا اجی حکیم جی جس طرح ہو اب کی دفعہ تو میرے باپ کو اچھا ہی کر دو۔ پھر کہنے لگا اس کے مرنے کا تو غم نہیں غم اس کا ہے۔ اس سال چاول بہت مہنگا ہے اگر بڈھا مر گیا تو برادری کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ اللہ اللہ کس قدر معاشرت بگڑی ہے کہ مردے کا تو غم نہیں زندوں کا غم ہے کہ وہ جو چڑھائی کریں گے ان کو کھلانا پڑیگا اس کے لیے روپیہ کی ضرورت ہوگی۔

---

(۱) شان وشوکت دکھاتے ہیں۔

ایسے تفاخر کا علاج ضلع بلند شہر میں ایک رئیس زادہ نے خوب کیا تھا۔ میں نے یہ قصہ سنا ہے اس رئیس زادہ کو دیکھا نہیں۔ قصہ یہ ہے کہ ان کے باپ کا انتقال ہوا۔ برادری کے لوگ جمع ہوئے۔ لڑکے نے سب لوگوں کی دعوت کی۔ بڑی تعظیم وتوقیر سے مہمانوں کو رکھا اور ایک بڑے خیمہ میں کھانے کا اہتمام کیا گیا جب مہمان جمع ہو گئے اور کھانا دسترخوان پر چنا گیا تو رئیس زادے صاحب تشریف لائے اور کہا صاحبو؟ کھانے کے قبل مجھے کچھ عرض کرنا ہے سب صاحب ذرا غور سے سنیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ حضرات کس تقریب میں تشریف لائے ہیں وہ یہ کہ میرے والد صاحب کا انتقال ہوا ہے اور والد کے فوت ہونے سے اولاد کو جو صدمہ ہوتا ہے اس کو آپ بھی خوب جانتے ہیں اب انصاف سے کہیے کہ صدمہ زدہ کا کیا حق ہے آیا ہمدردی کرنا یا آستین چڑھا چڑھا کر کھانے کو اس کے گھر آ پڑنا۔ تمہیں کھانے کے لیے تیار ہو کر بیٹھنے پر شرم بھی آئی؟ بس میری گزارش ختم ہوگئی اب بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیجئے اب لوگ کیا شروع کرتے سب کھڑے ہو گئے اور الگ بیٹھ کر عقلاء نے مشورہ کر کے اس رسم کو بالکل موقوف کر دیا اور کہا کہ لڑکے نے بالکل ٹھیک کہا سب دستخط کرو کہ آئندہ یہ رسم نہ ہو اس کو اٹھاؤ۔ آئے تو تھے قورمہ پلاؤ کھانے اب بے کھانا کھائے چلے گئے اس نے بھی کھانے پر اصرار نہ کیا بلکہ غرباء کو بلایا اور ان کو وہ سب عمدہ کھانا کھلا دیا جو ان کے باپ دادوں نے بھی نہ کھایا ہوگا۔ ان لوگوں نے دعائیں دیں۔ ایک شخص نے اس رئیس زادہ سے کہا کہ تم کو یہ کرنا تھا تو کھانا ہی نہ پکواتے۔ یہ کیا کہ کھانا تیار کرایا اور نہیں کھلایا اس نے کہا کہ اگر پہلے سے ایسا کرتا تو یہ کم بخت مجھے کنجوس کہتے کہ اس نے اپنی غرض کے واسطے شرع کو آڑ بنایا نیز یہ کہ مجھے تو کھلانا مقصود تھا مگر ان کو نہیں بلکہ غرباء کو۔ بھلا غرباء کے لیے ایسے کھانے کہاں پکتے غرض اب تو موت میں بھی فخر ہے جب موت میں فخر ہے تو شادی میں تو کیا کچھ نہ ہوگا لوگ کہتے ہیں کہ شادی بیاہ میں پہلے رسمیں تھیں اب کہاں؟ مگر میں کہتا ہوں کہ اب شرک کی رسوم تو کم ہوگئی ہیں مگر تفاخر کی رسوم اب تک موجود ہیں بلکہ زیادہ

ہوگئیں یعنی اب وہ رسوم تو نہیں ہیں جن میں کفر وشرک تھا مگر تفاخر کی رسم موجود ہے بلکہ اور زیادہ فرعونیت ہے۔ ہر ایک شادی میں غریبوں کے یہاں بھی اتنے جوڑے ہوتے ہیں جو پہلے رئیسوں کو بھی میسر نہ ہوتے تھے۔

پہلے زمانہ میں ہمارے یہاں ایک رئیس تھے ان کے یہاں کچھ مراد آبادی برتن تھے سب لوگ شادی میں ان کے یہاں سے مانگ کر لاتے تھے اب تو یہ حالت ہے کہ ہر شخص ریشمی جوڑے تیار کرتا ہے جس میں گوٹہ ٹھپہ کناری سب کچھ ہوتا؟ اور اس وقت تو خرید لیا پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے دیمک کھاتی ہے۔

شادی وغمی میں اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہم کہتے ہیں کہ جب ہم غلامان رسول ہیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱) آپ ہمارے لیے نمونہ ہیں تو جس طرح آپ قولاً نمونہ ہیں ایسے ہی فعلاً بھی آپ نمونہ ہیں خوشی میں بھی نمونہ ہیں اور غمی میں بھی خوشی آپ نے کی یعنی نکاح کیا اور غمی بھی کی۔ اللہ میاں نے سب واقع کر کے دکھلا دیا تاکہ امت کو معلوم ہو کہ جیسے رسول نے کیا ہے ہم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے چنانچہ جب آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو نہ کوئی مجمع ہوا نہ کوئی رویا نہ چلایا آنسو البتہ خود آپ کے بھی نکلے اتنی اجازت تھی آپ نے یہ بھی فرمایا تھا انا بفراقك یاابراهیم لمحزونون(۲) یہ تو آپ نے غمی کر کے دکھلائی اور شادی کر کے اس طرح دکھلائی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اس میں نہ نائی خط لیکر آیا نہ ڈومنی آئی خود دلہا صاحب آئے اور انہوں نے خواستگاری(۳) کی اس میں نہ نشانی تھی نہ انگوٹھی نہ خط نہ شکرانہ نہ نائی کو روپیہ دیا جیسا آج کل جب نائی دولہن کی طرف سے بیاہ کی تاریخ کا خط

(۱) ''تمہارے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس بہترین نمونہ ہے'' سورۂ احزاب: ۲۱ (۲) ''اے ابراہیم ؓ ہم تیری جدائی سے ضرور غمگین ہیں'' جامع المسانید: ۲/ ۵۷۶ (۳) خواہش کا اظہار کیا۔

لاتا ہے تو اس کے سامنے سو دوسو روپے پیش کئے جاتے ہیں اور وہ دوسو روپیہ میں سے ایک اٹھالیتا ہے مگر جب اس کو ایک یا دو ہی دینا ہے تو اتنی رقم دکھلانا محض مکروفریب ہے مگر مکر بھی نہیں کیونکہ ساری برادری کو معلوم ہے کہ ساری رقم دینی مقصود نہیں تو پھر یہ لغو حرکت نہیں اور کیا ہے؟ ہم تو جب جانیں کہ وہ سب لے لے اور آپ اس سے خوشی سے کہہ دیں کہ بھائی سب لے جا تیری ساری عمر کے لیے کافی ہے مگر وہ بے چارہ بھی مجبور ہے ایک دو سے زیادہ لے ہی نہیں سکتا۔ پھر برادری کو جمع کیا جاتا ہے کہ نائی کو شکرانہ کھلادو کیا اس کے منہ میں لقمے دیں گے بلکہ لقمے گنتے ہیں مگر وہ ایسا بہادر بلکہ بے حیا کہ سب کے سامنے بے تکلف کھالیتا ہے خوب مشّاق ہے یہ کیا فضول اور بے ہودہ رسم ہے۔

حضرت تھانویؒ کا رسوم سے احتراز

ہم ایک شادی میں دولہا کے سرپرست بن کر گئے تھے اور یہ پہلے سے قرار پا گیا تھا کہ کوئی رسم نہ ہوگی خیر عصر کے بعد نکاح تو ہوگیا اور مغرب کے بعد کھانا آیا تو نائی ہاتھ دھلا کر منتظر تھا کہ اب کچھ ملے گا مگر کچھ بھی نہ ملا کھانے کے بعد پھر منتظر رہا آخر ایک طباق میرے سامنے رکھ کر زبان سے کہا حضور ہمارا حق دیجئے۔ ہم نے کہا کہ کیسا حق قانونی حق یا رسمی میں نے کہا اپنے آقا سے کہو انہوں نے تمام رسموں کے بند ہونے کو کیوں منظور کرلیا تھا اس وقت ایک مولوی صاحب بھی کھانے میں تھے انہوں نے آہستہ سے کہا یہ تو رسم نہیں ہے بلکہ حق خدمت ہے۔ خدمت گزار کو تو دینا مستحسن ہے مگر میں نے بلند آواز سے کہا کہ حق خدمت اپنے خادم کو دیا جاتا ہے یا دنیا بھر کے خادموں کو میرے نائی نے میری خدمت کی اس کو اگر ہم کچھ دیں تو اس کا حق ہوسکتا ہے دوسرے کے خدمت گزار کا ہم پر کیا حق ہے، اس تقریر سے مولوی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔ خدا خدا کر کے رات گزری صبح ہوئی تو فرد خرچ کے متعلق گفت وشنید ہوئی اہل رسوم میں

ایک فرد ہوتی ہے کمینوں کی جس میں ان کا نیگ لکھا ہوا ہوتا ہے مگر کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ہمارے سامنے پیش کرے۔ میرے ایک دوست تھے ان کے ذریعے سے پیش ہوئی انہوں نے کہا اس میں کیا رائے ہے میں نے کہا وہی رات کی رائے اور میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ لوگوں کو شرم نہیں آتی فرد پیش کرتے ہوئے کہ نائی سے خود اپنا کام تو کرایا سقے سے پانی بھرایا اور اجرت دیں ہم۔ اپنے مہمان سے اجرت دلانا کس قدر بے غیرتی کی بات ہے۔ مگر ان رسموں کی پابندی میں عقل تو رخصت ہوئی ہی تھی غیرت بھی جاتی رہی۔ اب وقت آیا رخصتی کا۔ لڑکی والوں نے تقاضا کیا کہ پالکی یا میانہ لاؤ ہم رخصتی بدون پالکی یا ڈولہ کے نہ کریں گے میں نے کہا ہم رخصتی ہی نہیں چاہتے ساتھیوں نے کہا کیا رائے ہے کیا کرنا چاہیے میں نے کہا رائے یہ ہے کیونکہ نکاح تو ہو ہی چکا ہم اپنے گھر جاتے ہیں تم خود دلہن کو ہمارے پیچھے پیچھے لاؤ گے اب تو سیدھے ہو گئے پھر کہنے لگے جہیز کے لیے چھکڑا لاؤ میں نے کہا ہم جہیز ہی نہیں لے جاتے آخر چھکڑا بھی خود لائے عورتیں کوستی رہیں مگر ہم مظلوم تھے ظالم کے کوسنے سے مظلوم کا نقصان نہیں ہوتا۔ غرض ایسی برکت کا نکاح ہوا کہ دونوں طرف کا نفع ہوا ایک پیسہ خرچ نہ ہوا۔

اسی دولہا کے ایک دوسرے بھائی کا نکاح رسم کے ساتھ ہوا تو وہ قرضدار ہو گیا۔ میں نے کہا ایک نکاح ہوا تو اس میں قرض ہوا اگر دوسرا ہوا تو ختم ہی ہو جائیگا۔ اس قرضدار کی دلہن کوستی تھی ماں باپ کو بھی ساس سسر کو بھی کہ ان کا کیا نقصان ہوا ہم پر روٹی کی کمی ہو گئی۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح

خیال فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح کیا اور کر کے دکھلا دیا کہ نکاح اس طرح ہونا چاہیے۔ اس میں کوئی بکھیڑا نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ کو بلایا اور کسی کو نہیں بلایا جو موجود تھے ان کے سامنے نکاح پڑھ دیا۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ غالباً

مواہب لدنیہ میں ہے کہ نکاح کے وقت حضرت علیؓ بھی موجود نہ تھے اس لیے آپ نے یوں فرمایا تھا ان رضی علی رضی اللہ عنہ کہ اگر حضرت علی راضی ہوں جب حضرت علیؓ آئے انہوں نے کہا رضیت کہ میں راضی ہوں جہاں دولہا کی بھی ضرورت نہ ہو وہاں برات تو کیا ہوتی مگر ہمارے یہاں تو سب نتھو خیرا کو موجود ہونا چاہیے کہتے ہیں اب تک فلانا تو آیا نہیں نکاح کیسے ہو وہ تو روٹھ جائیگا اس کو لاؤ مناؤ۔ بھائی اس بکھیڑے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ سیدھا نکاح ہوجانا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کو ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے یہاں پہنچادیا گیا۔ حضور ان کے یہاں رات کو تشریف لے گئے فرمایا فاطمہ پانی لاؤ۔ دیکھئے نئی دلہن ہیں وہ خود اپنے ہاتھ سے پانی لاتی ہیں۔

دلہن پر زیادتی

اب تو نکاح سے پہلے دولہن کو مائیوں بٹھلاتے ہیں۔ اس بے چاری کو تو سرسام ہوجاتا ہے اختلاج قلب ہوجاتا ہے۔ اور اوپر سے تعلیم دیتی ہیں کھاؤ مت وہ بے چاری تو ناتجربہ کار ہے ان کے کہنے سننے سے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بیمار ہوگئی تو کہتے ہیں اللہ بخش آگیا وہ کہاں آگیا بھلا گنگوہ سے وہ یہاں آگیا اس کو اور کوئی عورت ملی نہیں یہی ملی یہی پسند آگئی۔ اب نہ دوا نہ دارو کیونکہ اللہ بخش کی دوا کیا ہو غریب ایک جیل خانہ سے چھوٹی تھی اب دوسرا جیل خانہ موجود ہے جیسے قیدیوں کو آگرہ ہے جھانسی بدل دیتے ہیں۔ غرض مائیوں بٹھلانے میں دلہن کو تعلیم ہوتی ہے کہ کھجلی اٹھے تو کھجلانا نہیں پیشاب پاخانہ نہ کرنا اگر وہ پیشاب کرنا چاہے تو کہتی ہیں یہ کیسی بے حیا ہے کہ لوٹا لے کر چل پڑی۔

نانوتہ کا قصہ ہے کہ کسی نئی دولہن نے نائن سے کہا۔ پانی لاکر نماز پڑھوادے مگر وہ بیٹھی رہی آخر وہ خود لوٹا لے کر پیشاب سے فارغ ہوئی پھر وضو کرکے نماز پڑھی پھر دوپٹہ اوڑھ کر بہو بن کر بیٹھ گئی عورتوں نے بہت بک بک کی کہ جب ایک دفعہ شرم

اتاردی پھر شرم کی صورت بنانے سے کیا فائدہ مولانا مملوک علی صاحبؒ کو خبر ہوئی دروازہ پر تشریف لائے اور بہت شاباشی دی کہ نیک دلہن کو ایسا ہی ہونا چاہیے پھر دلہن کا منہ پر ہاتھ رکھواتی ہیں اور غریب کو دنیا اور دین کے سب کاموں سے معطل کر دیتی ہیں پھر اس میں شرط یہ ہے کہ ٹس سے مس نہ ہو ایک ہی نشست پر بیٹھی رہے۔ پھر ایک امتحان یہ کرتی ہیں کہ اس کی گدگدی اٹھاتی ہیں اگر بہو کو ہنسی آ گئی تو بے شرم ہے یہ کیسی خرافات ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھلا یہ رسوم حضور کے یہاں بھی ہوئی ہیں ہرگز نہیں حضرت فاطمہؓ تو اسی رات اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پیالہ میں لائی تھیں۔

ایک رسم یہ ہے کہ بہو ڈولہ سے خود نہیں اترتی بلکہ دوسرے اتارتے ہیں ہٹی کٹی موٹی ہتھنی سی لیکن گود میں چڑھی چڑھی پھرتی ہے۔ کبھی گرتی بھی ہے چوٹ بھی کھاتی ہے۔ بعض جگہ دولہا بی بی کو اتارتا ہے لاحول ولا قوۃ ان لوگوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ کیا یہ سب خرافات حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں ہوا ہرگز نہیں غرض شادی ایسی کرو جیسی حضور نے کی غمی بھی ایسی ہی کرو جیسی آپ نے کی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے یہی معنی ہیں اب دینے لینے کی رسم کا بیان رہ گیا اس میں بھی شریعت کی پابندی کرو۔ ایک بری لائی جاتی ہے۔ بھائی یہ بری کیسی ہے یہ ہنود کی رسم ہے بر کہتے ہیں خداوند کو اور یائے نسبتی ہے یعنی خاوند کے گھر کی چیز۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ کفار کی رسم ہے مسلمانوں کی رسم نہیں۔ مسلمانوں نے خدا کے احکام کو چھوڑ کر کفار کے رسوم کو لے لیا ہے حالانکہ مسلمانوں کی حالت یہ ہونی چاہیے تھی۔

ترکت اللات والعزیٰ جمیعاً کذٰلك یفعل الرجل البصیر(۱)

خدا کے احکام کو مضبوط پکڑو اس میں دین کا بھی بھلا ہے اور دنیا کا بھی نفع ہے

اب معلوم کراتا ہوں کہ یہاں جو نکاح ہوگا اس میں بہت سادگی ہوگی اگر اسی کا اتباع کرلو تو غنیمت ہے کوئی گری پڑی جگہ بھی نہیں ماشاء اللہ دونوں طرف مالدار ہیں اگر

(۱) ''میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا اور ایسا ہی صاحب بصیرت شخص کرتے ہیں''

چاہیں تو بہت کچھ خرچ کر سکتے ہیں غریبوں کو اب یہ عذر بھی نہ رہا کہ شریعت پر عمل کرنے سے لوگوں میں سبکی ہوتی ہے اب تو سبکی بھی نہیں ہے کہ مالدار شریعت کے موافق شادی کر رہے ہیں۔ اس کو غنیمت سمجھو۔ بس اب ختم کرتا ہوں دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق دیں اور ہمارے تمام دنیوی معاملات کو احکام کے موافق کردیں۔ آمین (۱)

وأخردعواناان الحمدللہ رب العالمین

اشرف علی تھانوی

۱۵ محرم ۱۳۵۶ھ

---

(۲) ''اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو رسوم سے بچنے اور سنت کے مطابق شادی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔ وعظ میں مذکور تمام مضامین کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی

۳۔ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

أخبار الجامعة

محمد منیب صدیقی

ادارۃ أشرف التحقیق۔ جامعہ دار العلوم الاسلامیۃ۔ لاہور

۱۔ 16 جنوری بروز ہفتہ کو کلیۃ القرآن الکریم، لاہور میں مولانا ڈاکٹر حمزہ مدنی حفظہ اللہ تعالی کے زیر اہتمام قراءات عشرہ مکمل کرنے والے طلباء و طالبات کے اعزاز میں آن لائن تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت قاری احمد میاں صاحب تھانوی دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ ہذا) نے طلباء واساتذہ سے خطاب فرمایا۔

۲۔ 28 جنوری بروز جمعرات کو جمعیت اتحاد العلماء لاہور کے زیر اہتمام منصورہ لاہور میں علماء کنونشن منعقد ہورہا ہے ان شاء اللہ جس میں حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کو شرکت کے لیے مدعو کیا گیا ہے۔ حضرت قاری صاحب تلاوت قرآن کریم فرمائیں گے اور عظمت قرآن پر ان شاء اللہ خصوصی خطاب فرمائیں گے۔

۳۔ جامعہ ہذا سے انگریزی مواعظ کی اشاعت کا سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے۔ گذشتہ ماہ اس سلسلہ کا تیسرا وعظ علاج الکبر (Cure for Vanity) کے عنوان سے شائع ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے عوام وخواص کے لئے مفید فرمائے۔

۴۔ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اگلا وعظ ''حقیقت عبادت'' شائع ہو گیا ہے۔ جو حضرات حاصل کرنا چاہیں ادارہ اشرف التحقیق سے رابطہ کر سکتے ہیں۔